

جنس، مذہب اور ذات برادری (Gender, Religion and Caste)

اجمالي تعارف

گذشتہ باب میں ہم نے دیکھا کہ سماجی تنوع اور رنگارنگی کا وجود جمہوریت کے لیے خطرہ نہیں ہے۔ سماجی تفریقات کا سیاسی اظہار نہ صرف ممکن بلکہ سیاسی نظام میں بسا اوقات عین مطلوب ہوتا ہے۔ اس باب میں ان خیالات کو ہندوستان کے عملی جمہوری نظام پر منطبق کرنے کی کوشش کریں گے۔ ہمارے سامنے سماجی تفریقات کی تین ایسی تقسیمیں ہیں جو سماجی تقسیم اور عدم مساوات کی شکل اختیار کر سکتی ہیں۔ یہ جنس، مذہب اور ذات برادری پر مبنی سماجی تفریقات ہیں۔ ہر معاملہ میں ہم ہندوستان میں پائی جانے والی اس تقسیم کی اصل حقیقت پر غور کریں گے اور دیکھیں گے کہ سیاست میں اسے کس طرح پیش کیا گیا ہے۔ ہم یہ بھی جاننا چاہیں گے کہ آیا ان تفریقات پر مبنی مختلف مظاہر ایک جمہوری نظام کے لیے صحت بخش بھی ہیں یا نہیں۔

4
)

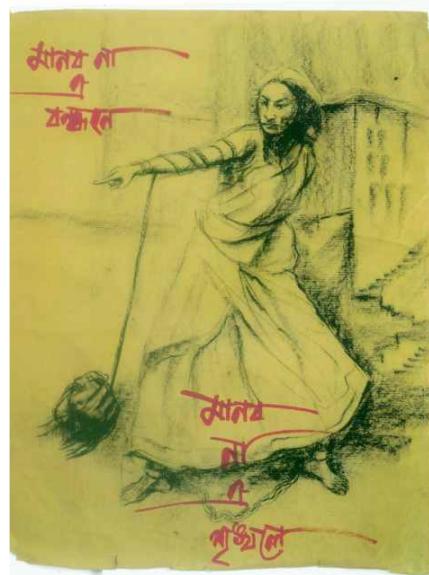
فطری اور ناقابل تغیر سمجھا جاتا ہے۔ تاہم یہ حیاتیانی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ سماجی توقعات اور رسمات پر مبنی ہے۔

سرکاری اور جنسی تقسیم

لڑکوں اور لڑکیوں کے بارے میں عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ عورتوں کی بنیادی ذمہ داری گھر کا کام کاج اور بچوں کی نگہداشت ہے۔ بیشتر خاندانوں میں کام کی جنسی تقسیم کی یہ جھلک پائی جاتی ہے۔ عورت گھر کے اندر کا سارا کام کرتی ہے مثلاً کھانا پکانا، صفائی کرنا، کپڑا دھونا، سلائی کرنا، بچوں کی دلکشی بھال کرنا وغیرہ اور مرد گھر کے باہر کے سارے امور انجام دیتا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں کہ مرد گھر کا کام نہیں کر سکتا۔ وہ بس یہ سوچتے ہیں کہ اس طرح کے گھر بیلو کام کاج کی ذمہ داری عورتوں پر عائد ہوتی ہے۔ لیکن جب اس کام کی قیمت ادا کی جاتی ہے تو مرد یہ کام انجام دینے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ بیشتر ٹیکس یا ہوٹلوں میں کام کرنے کیمیں بھی دلکش سکتے ہیں۔ لیکن اسے سیاست کے مطالعہ میں شاذ و نادر ہی تسلیم کیا جاتا ہے۔ جنسی تقسیم کو علاقوں میں خواتین پانی نکالتی ہیں، ایڈھن چنتی ہیں اور کھیتوں میں کام کرتی ہیں۔ شہری علاقوں میں غریب خواتین متوسط طبقہ کے گھرانوں میں گھر بیلو خادم کے طور پر کام کرتی ہیں جب کہ متوسط طبقہ کی خواتین دفتروں میں کام کرتی ہیں۔ فی الواقع اکثر خواتین خانگی ذمہ داریوں کے علاوہ کچھ نہ کچھ با معاوضہ کام کر لیتی ہیں لیکن ان کے کام کو نہ تو کوئی اہمیت دی جاتی ہے اور نہ ہی اسے اچھا سمجھا جاتا ہے۔

وظیفہ عمل کی اس تقسیم کا نتیجہ یہ ہے کہ خواتین حالانکہ بنی نوع انسان کا نصف حصہ ہیں، تاہم عوامی زندگی بالخصوص سیاست میں ان کا کردار بہت سے معашروں میں نہایت کم ہے۔ ابھی کچھ عرصے پہلے تک

جنس اور سیاست



© Zuban

فرهنگ

بنگال کا ایک اشتہار جو عورت کی طاقت و قوت کی توثیق کرتا ہے

آئیے اب ہم گفتگو کا آغاز جنسی تقسیم سے کریں۔ یہ دراصل فرق مراتب والی ایسی سماجی تقسیم ہے جسے ہم کہیں بھی دلکش سکتے ہیں۔ لیکن اسے سیاست کے

مzdorow کی جنسی تقسیم: ایک ایسا نظام جس میں وہ تمام خواتین جو گھر کے اندر کام کرتی ہیں خواہ وہ خاندان کی فرد ہوں یا باہر سے نظم کر کے داخلی مدگار کے طور پر اس کام پر انھیں مامور کیا جائے۔



کیوں نہیں؟ اگر سیاست میں طاقت سے بحث کی جاتی ہے، تب تو یقیناً خانگی امور میں مردوں کی بالادستی کو سیاسی تصور کیا جانا چاہیے۔

سیاست کی درسی کتاب میں ہم کیوں خانگی امور سے متعلق بحث کر رہے ہیں؟ کیا یہ سیاست ہے۔

محض مردوں کو عوامی مسائل میں حصہ لینے، ووٹ دینے کے حق میں توسعہ کر کے خواتین کو بھی شامل کرنے کے اور سرکاری ملازمت اختیار کرنے کا حق حاصل تھا۔ لیے مظاہرے کیے گئے۔ ان مظاہروں میں خواتین کے دھیرے دھیرے سیاست میں جنس کے مسئلہ کو اٹھایا سیاسی اور قانونی معیار کو بڑھانے اور ان کی تعلیم اور روزگار کے موقع کو فروغ دینے کا مطالبہ کیا گیا۔ زیادہ تر گیا۔ دنیا کے مختلف حصوں میں خواتین منظم ہوئیں۔ اور انقلاب پسند خواتین کی تحریک کا مقصد بھی اور خاندانی مساوی حقوق کا مطالبہ کیا۔ مختلف ملکوں میں ووٹ دینے

معیاری خاتون کے تصورات



زندگی میں بھی مساوات کا حصول تھا۔ ان تحریکوں کو جامی سوال (Feminist) تحریک کہا جاتا ہے۔

جنسی تقسیم کا سیاسی بیان اور اس موضوع پر سیاسی حرکت نے عوامی زندگی میں خواتین کے کردار کو بہتر بنانے میں بڑی مدد کی۔ اب ہم خواتین کو سائنسدار، ذاکر، انجینئر، قانون داں، میجر کالج اور یونیورسٹی میں استاد کی حیثیت سے دیکھ سکتے ہیں جسے ہم ابھی کچھ دنوں پہلے تک خواتین کے لیے موزوں نہیں سمجھتے تھے۔

ہمارے ملک میں آزادی کے بعد سے کچھ سدھار ہونے کے باوجود اب بھی خواتین مردوں کے مقابلہ میں بہت پیچھے ہیں۔ ہم اب بھی مرد غلبہ والے سماج میں رہتے ہیں۔ خواتین کو ظلم و زیادتی، امتیاز اور غیر موافق صورت حال کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔



ہمارے ملک کی چوریاں توں میں ایک ”جاائزہ اوقات کار“ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جس سے پہلے چلتا ہے کہ ایک عورت روزانہ اوسٹاً ساڑھے سات گھنٹے سے کچھ زیادہ کام کرتی ہے۔ جب کہ ایک مرد اوسٹاً ساڑھے چھ گھنٹے کام کرتا ہے۔ تاہم مردوں کے کام نمایاں طور پر نظر آتے ہیں کیوں کہ ان کے زیادہ تر کام آمدنی کا موجب ہوتے ہیں۔ عورتوں کے بھی بہت سے کام برائی راست آمدنی میں اضافہ کرنے والے ہوتے ہیں لیکن ان کے زیادہ تر کام خانہ داری سے متعلق ہوتے ہیں۔ یہ کام بلا معاوضہ تو ہوتے ہیں، نظروں میں بھی نہیں آتے۔

روزانہ کے استعمالی اوقات (گھنٹہ: منٹ)

خواتین	مرد	سرگرمیاں
2:40	6:00	موجب آمدنی کام
5:00	0:30	امور خانہ داری اور اس سے متعلق کام
1:20	1:25	گفتگو اور گپ شپ
3:50	3:40	کوئی کام نہیں / فرصت کے اوقات
11:10	12:25	سونا، ذاتی نگهداری، مطالعہ وغیرہ

1998-99 ماخذ: حکومت ہند جائزہ اوقات کار،

آپ اپنے گھر میں اس طرح کا جائزہ اوقات کار کا اہتمام کر سکتے ہیں۔ ایک ہفتہ تک اپنے گھر کے تمام بالغ مردوں خواتین کا مشاہدہ کیجیے، اور ان میں سے ہر ایک درج ذیل سرگرمیوں میں کتنے گھنٹے وقت صرف کرتا ہے، نوٹ کیجیے: موجب آمدنی سرگرمی (دفتر میں، ڈکان پر، فیکٹری میں یا فیلڈ وغیرہ میں کام کرنا) امور خانہ داری سے متعلق سرگرمی (پکانا، صفائی کرنا، کپڑا دھلانا، پانی لانا، بچوں یا بڑھوں وغیرہ کی دیکھ بھال کرنا) پڑھنا، مضمون لکھنا، گفتگو کرنا/ گپ شپ کرنا، ذاتی نگهداری، آرام کرنا یا سونا، اگر ضروری ہو تو نئے زمرے بنائیں۔ ایک ہفتہ تک تمام اوقات کو اس حد تک ان زمروں میں تقسیم کر دیجیے جتنا اس وقت میں صرف ہوتا ہے پھر ہر ممبر کی یومیہ ہر سرگرمی کا تناسب نکالیے اور اس کے بعد دیکھیے کہ کیا آپ کے خاندان میں بھی خواتین زیادہ کام کرتی ہیں؟



سرفیلی: لغوی معنی باپ کی حکومت، یہ تصور یہ بتانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے کہ یہ ایک ایسا نظام ہے جس میں مردوں کو زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے اور مردوں کو عورتوں پر فوقیت دی جاتی ہے۔

امی ہمیشہ باہر کے لوگوں سے کہتی ہیں ”میں کام نہیں کرتی ہوں۔ میں گھر بیلوں عورت ہوں۔“ لیکن میں انھیں مستقل کام کرتے دیکھ رہی ہوں کیا وہ جو کچھ کرتی ہیں وہ کام نہیں ہے؟ تو اس کے علاوہ کیا ہے جسے کام کہتے ہیں۔

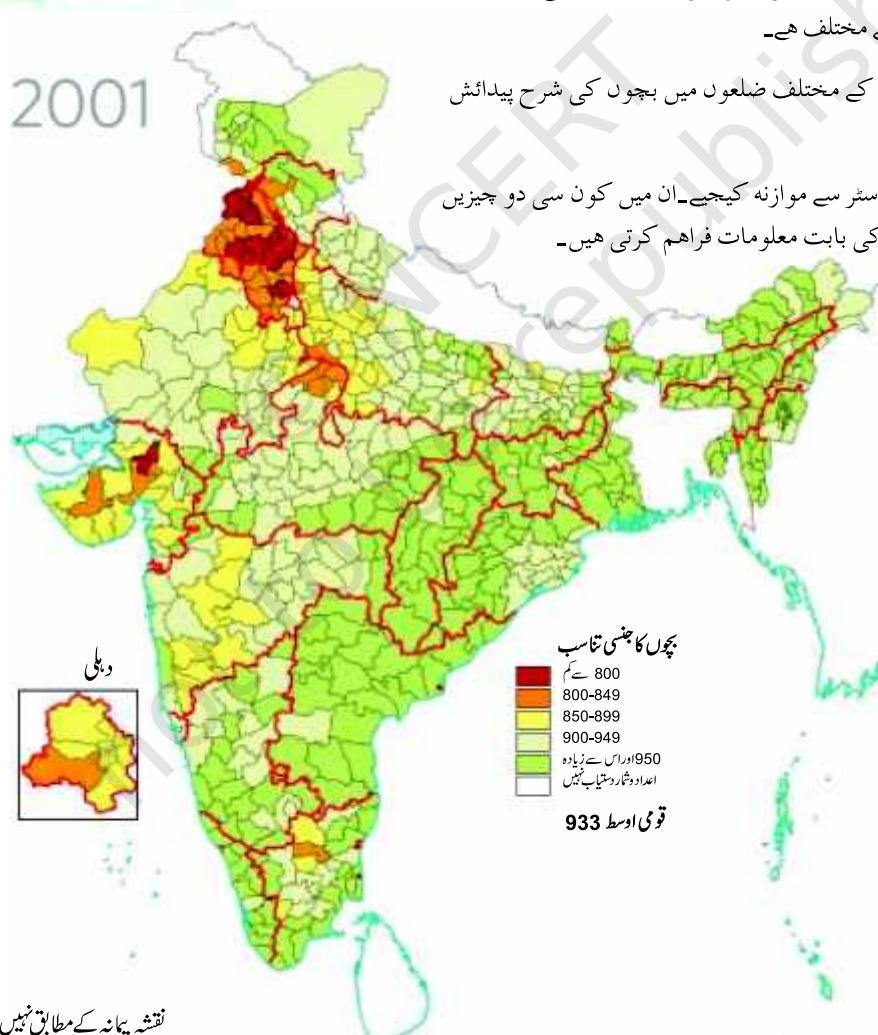


- یہ کوئی حرمت کی بات نہیں کہ خواتین کا تناسب گراں قدر اور بڑے مشاہروں والی ملازمتوں میں اب بھی بہت کم ہے اوسٹاً ایک ہندوستانی عورت ایک گھنٹہ میں جتنا کام کرتی ہے وہ اوسٹاً ایک مرد کے یومیہ کام سے زیادہ ہے۔ پھر بھی اس کے بیشتر کام کی اجرت نہیں دی جاتی اور اسے تدریکی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔
- یکساں اہمیت کے حامل کام کی یکساں مزدوری ہونی چاہیے۔ اس کے باوجود تقریباً تمام میدان عمل میں کھلیل اور سینما سے لے کر میدان اور فیکٹریوں تک ہر جگہ اسے مردوں سے کم اجرت دی جاتی ہے حتیٰ کہ اس وقت بھی جب دونوں بالکل ایک کام سر انجام دیتے ہیں۔

کیا آپ اس نقشہ پر اپنے ضلع کو پہچان سکتے ہیں؟ اس میں بچوں کا جنسی تناسب کیا ہے؟ یہ کیسے مختلف رنگوں میں دوسروں سے مختلف ہے۔

ایسی ریاستوں کی شناخت کیجیے جن کے مختلف ضلعوں میں بچوں کی شرح پیدائش 850 سے کم ہے۔

اس نقشہ کا آئندہ صفحہ پر دیے گئے پوسٹر سے موازنہ کیجیے۔ ان میں کون سی دو چیزیں ایسی ہیں جو ہمیں ایک ہی موضوع کی بابت معلومات فراہم کرتی ہیں۔



نقشہ پیمانہ کے مطابق نہیں ہے

جاتی۔ اس رویہ کی وجہ سے بہت سے حامی نسوں اور تحریک نسوں کے علمبردار اس نتیجے پر پہنچ ہیں کہ عورتوں کے ہاتھ میں جب تک طاقت اور اقتدار نہیں آئے گا، ان کےسائل پر مناسب توجہ نہیں دی جائے گی۔ اس کی بس ایک ہی صورت ہے کہ عورتوں کو زیادہ سے زیادہ نمائندگی دی جائے۔

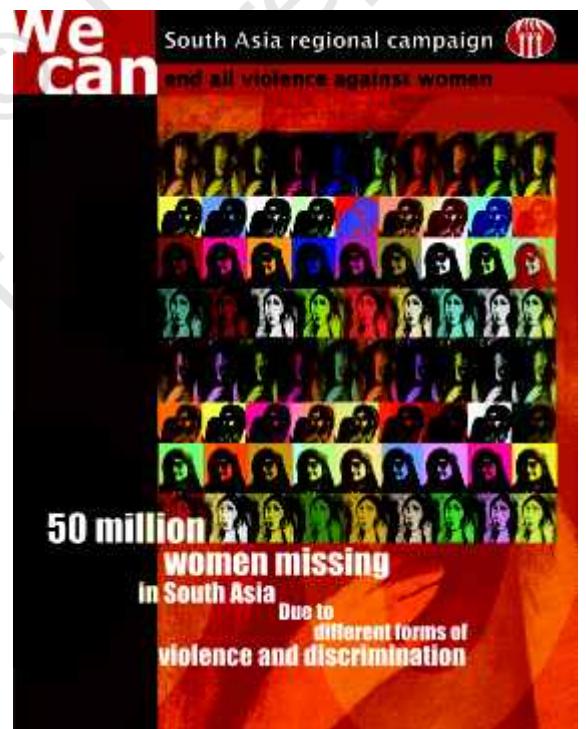
ہندوستان کی مقننه میں عورتوں کا تناسب انہائی کم رہا ہے مثلاً لوک سمجھا میں منتخب خواتین ممبروں کا فی صد، اس کے کل ممبروں کی تعداد کا 10 فی صد تک نہیں پہنچ سکا۔ صوبائی اسمبلیوں میں ان کی حصہ داری 5 فی صد سے بھی کم ہے۔ اس تناظر میں ہندوستان دنیا کے ملکوں میں سب سے نچلے گروپ میں شامل ہے (پنج دیے گئے گراف دیکھیے)

ہندوستان لاطینی امریکہ اور افریقہ کے متعدد ترقی پذیر ممالک سے پیچھے ہے۔ حکومت میں کاپینہ میں بڑی تعداد میں مرد ہوتے ہیں حتیٰ کہ اس وقت بھی جب وزیر اعلیٰ یا وزیر اعظم ایک عورت ہوتی ہے۔ اس مسئلہ کے حل کی بھی بس ایک ہی صورت یہ ہے کہ قانونی طور پر مجبور کیا جائے کہ ہر منتخب مجلس میں منصفانہ طور پر عورتوں کا تناسب ہونا چاہیے۔ یہ چیز ہندوستان میں پنچاہیتی راج نظام میں کی جا چکی ہے۔ مقامی حکومت کی مجالس کی ایک تہائی نشستیں۔ خواہ پنچاہیت کی ہوں یا میوپلی کی۔ اب خواتین کے لیے مخصوص کر دی گئی ہیں۔ اس وقت دیکھی اور شہری مقامی مجالس میں 10 لاکھ سے زیادہ منتخب خواتین نمائندے ہیں۔ خواتین تنظیمیں اور حقوق نسوں کے علمبردار مطالبہ کرتے ہیں کہ اس طرح لوک سمجھا اور صوبائی اسمبلیوں کی بھی ایک تہائی نشستیں خواتین کے لیے مخصوص کی جانی چاہئیں۔ اس تجویز پر مشتمل ایک

ہندوستان کے متعدد علاقوں میں بیٹوں کو زیادہ پسند کرتے ہیں اور بچوں سے ان کی پیدائش سے پہلے ہی اسقاط حمل کے ذریعہ چھکارہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح کے منتخب جنسی اسقاط کی وجہ سے ملک میں بچوں کی شرح پیدائش (ہر ایک ہزار لڑکوں میں لڑکوں کی تعداد) محض 933 ہے۔ جیسا کہ نقشہ سے ظاہر ہے، یہ شرح 850 یا بعض جگہوں پر اس سے بھی نیچے کر گئی ہے۔ خواتین کو مختلف انداز سے خوف زدہ کرنے، تشدد کا نشانہ بنانے اور احتصال کرنے کی بہت سی رپورٹیں موجود ہیں۔ شہری علاقے خاص طور پر خواتین کے لیے غیر محفوظ ہیں۔ وہ اپنے گھروں میں بھی محفوظ نہیں ہیں کیوں کہ وہاں بھی انھیں مارنے پہنچنے، خوف زدہ کرنے اور گھر بیلو تشدد کا نشانہ بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

خواتین کی سیاسی نمائندگی

یہ ساری باتیں سب کو معلوم ہیں تاہم عورتوں سے متعلق کوئی بھی مسئلہ ہواں پر مناسب توجہ نہیں دی



© Oxfam GB

کیا آپ کچھ دلائل دے سکتے
ہیں کہ ہندوستان میں عورتوں
کی نمائندگی اتنی کم کیوں
ہے؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ
امریکہ اور یورپ عورتوں کی
نمائندگی کے مطلوبہ معیار تک
پہنچ گئے ہیں۔



اگر ذات پرستی اور فرقہ پرستی بری
چیز ہے تو خواتین پرستی کی ایجاد
کیوں کی جائی ہے۔ کیا یہ اچھی
چیز ہے؟ کیوں نہ ہم ایسی تمام
چیزوں کی مخالفت کریں جو سماج
کو۔ مذہب ذات برادری اور جنس
کسی بھی جہت سے تقسیم کرتا ہو۔

خواتین دنیا کے مختلف علاقوں کی قومی پارلیمنٹ میں (فی صد میں %)



Note: Figures are for the per cent of women in the directly elected chambers of parliament in 2006
Source: <http://www.ipu.org/wmn-e/world.htm>

مسودہ قانون پارلیمنٹ میں پیش ہو کر تقریباً ایک
دہائی سے معرض التوا میں پڑا ہوا ہے۔ لیکن تمام
جماعتیں اس موضوع پر کوئی رعایت دینے کے لیے
تیار نہیں ہیں اسی لیے بل پاس نہیں ہو سکا۔
جنہی تقسیم ایک ایسی مثال ہے جو سیاست میں
کسی نہ کسی شکل میں سماجی تقسیم کے اظہار کی ضرورت
کا احساس کرواتی ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے
کہ محروم گروپ اسی وقت فائدہ اٹھاتا ہے جب سماجی
تقسیم سیاسی موضوع بن جاتا ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں
کہ خواتین کچھ حاصل کر سکتی ہیں۔ جیسا کہ ہم اور لکھ
چکے ہیں، اگر سیاسی میدان میں ان کے ساتھ عدم
مساویات کا رویہ ختم نہ کیا گیا؟

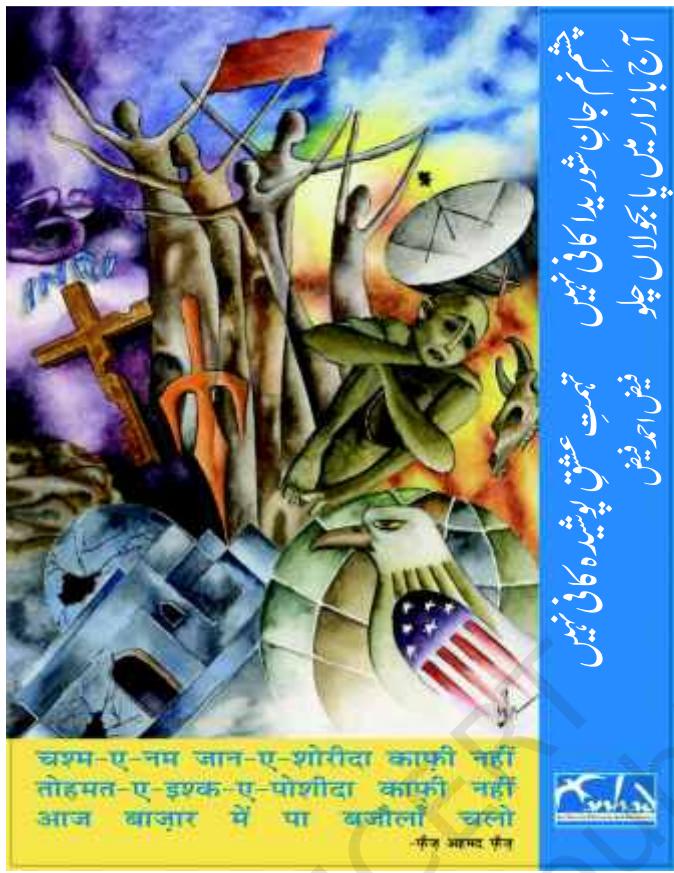
فکر نہ کریں۔ ہم آپ کے لیے کوئی نہ
کوئی راہ نکالیں گے۔

© Surender- The Hindu



اس کارٹون میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ خواتین ریزرویشن بل کیوں پارلیمنٹ میں پاس نہیں ہو سکا۔ کیا آپ خاکہ میں پیش
کئے گئے خیال سے متفق ہیں۔

مذہب، فرقہ پرستی اور سیاست



آئیے اب ہم بالکل مختلف قسم کی سماجی تقسیم درج ذیل پر غور کیجیے
یعنی تفریق مذاہب کی بنیاد پر تقسیم کا رخ کرتے
● گاندھی جی کہا کرتے تھے کہ مذہب کو سیاست
ہیں۔ یہ تقسیم جنس کی طرح عامگیر نہیں ہے لیکن سے کبھی الگ نہیں کیا جاسکتا۔ مذہب سے ان کی
مذہبی تنوع کا دائرہ آج واضح طور پر عالمی سطح پر مراد ہندو مت یا اسلام کی طرح کوئی خاص مذہب
محیط ہے۔ بُشمول ہندوستان بہت سے ممالک میں مختلف مذاہب کے مانے والے پائے جاتے ہیں
مشترک ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ مذہب سے ماخوذ جیسا کہ ہم نے شمالی آرٹلینڈ کے معاملہ میں ذکر کیا
اخلاقیات کے ذریعہ سیاست کی رہنمائی کی جانی
ہے، ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی مذہب کے مانے
● چاہیے۔
والوں کے مابین اپنے مذہب پر عمل کرنے کے حقوق انسانی کے گروپ کا کہنا ہے کہ ہمارے
طریقہ کار کی بابت شدید اختلاف پایا ملک میں فرقہ وارانہ فسادات کے زیادہ تر متاثرین
جاتا ہے۔ جنسی تفریقات کے برعکس، مذہبی ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کا تعلق مذہبی اقلیتوں سے
اختلافات بسا اوقات میدان سیاست میں زیادہ ہے۔ ان کا مطالبہ ہے کہ حکومت مذہبی اقلیتوں کے
ظاہر ہوتے ہیں۔

Published



میں مذہبی نہیں ہوں میں
کیوں فرقہ پرستی اور سیکولرزم
کے بھگڑے میں پڑوں؟

میں اکثر لوگوں سے ایک
مذہب کے بارے میں مذاق
کرتا ہوں کیا یہ چیز مجھے فرقہ
پرست بنا لی ہے؟



خلاف تشكیل دیے جاتے ہیں۔ اور جب سرکاری مشینی کے ذریعہ کسی ایک مذہبی گروپ کو باقیہ تمام لوگوں پر مسلط کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو سیاست میں مذہب کے اس طرح کے استعمال کو فرقہ وارانہ سیاست کہتے ہیں۔

تحریک نسوں کا کہنا ہے کہ تمام مذاہب کے عالیٰ قوانین میں خواتین کے خلاف امتیاز روا رکھا گیا ہے۔ اس سے اس کا مطالبہ ہے کہ حکومت کو ان قوانین میں ترمیم کرنا چاہیے۔ تاکہ اسے زیادہ منصفانہ بنایا جاسکے۔

فرقہ وارانہ سیاست کی بنیاد اس تصور پر قائم ہے کہ مذہب معاشرتی قوم کی بنیادی اساس ہے۔ فرقہ پرستی درج ذیل خطوط پر سوچنے کی عادی ہے۔ فرقہ پرستوں کا خیال ہے کہ کسی مخصوص مذہب کے تبعین کو کسی ایک فرقہ میں رہنا چاہیے۔ ان کے بنیادی مفادات یکساں ہوتے ہیں۔ کوئی فرق اگر ہو سکتا ہے تو وہ معمولی اور غیر اہم ہے۔ ان کا یہ بھی خیال ہے کہ جو مختلف مذاہب کے بیرون ہیں وہ ایک ہی معاشرتی فرقہ میں نہیں رہ سکتے۔ اگر مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے مابین موافقت وہم آہنگی پائی جاتی ہے تو گویا یہ مافق الفطرت اور غیر اہم ہیں، ان کے مفادات لازماً ایک دوسرے سے مختلف اور تنازعات کا موجب ہوتے ہیں۔ اپنی انتہائی شکل میں فرقہ پرستی کا نظریہ یہ ہے کہ مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ ایک ملک میں برابر کے شہری کی حیثیت سے نہیں رہ سکتے۔ اس کی ایک ہی صورت ہے کہ ان میں سے ایک باقیہ تمام پر غلبہ حاصل کرے یا وہ اپنا اپنا الگ ملک بنالیں۔

یہ مسئلہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب مذہب کو ملکی اساس تصور کیا جاتا ہے۔ باب 3 میں دی گئی شامی آرٹیلنڈ کی مثال سے پتہ چلتا ہے کہ فرقہ پرستی کا طریقہ کار خطرناک ہے۔ مسئلہ اس وقت زیادہ خطرناک صورت اختیار کر لیتا ہے جب بڑے پیمانہ پر مذہب تنہ سیاست میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور اس کے تبعین دوسروں کو حقیر اور کمرت سمجھتے اور آمادہ پیکار رہتے ہیں۔ یہ صورت حال اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کسی مذہب کا ماننے والا اپنے مذہب کو دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں برتر تصور کرتا ہے، اور جب ایک مذہبی گروپ کے مطالبے دوسرے مذاہب کے

فرقہ پرستی

یہ نظریہ بنیادی طور پر تباہ کن ہے۔ ایک مذہب کے لوگ ہر سیاق و سبق میں یکساں مفادات اور آرزوئیں نہیں رکھتے۔ ہر ایک متعدد دوسرے کردار، احوال اور شناختیں رکھتا ہے۔

ہر کمیونٹی کے اندر بہت سی آوازیں، بہت سے خیالات و نظریات ہوتے ہیں۔ ہر آواز کا یہ حق ہے کہ وہ سنی جائے ہر نظریہ اور خیال کا یہ حق ہے کہ اسے

ہم تو ٹھہرے مژانبی
کیتنی مولانا کاٹوں کے باعث
خون کے ڈالنے ڈالنے گے
کیتنی بارساٹوں کے باعث

- فکر پڑھ دیکھ

ہم تو ٹھہرے اجنبی کتنی ملاقاتوں کے بعد
خون کے دھبے ڈھلیں گے کتنی برساتوں کے بعد
فیض احمد فیض

Voluntary Health Association of India
40 Qutab Institutional Area, New Delhi - 110 016
Phone: 6558271 - 72, 6515018, 6526950, 6465877; Fax: 6553779
E-Mail: vhai@vsnl.com Website: www.vhai.org



آزادانہ طور پر پیش کیا جائے۔ اس لیے کسی مذہب شامل ہے۔ یہ بڑی عام بات ہے اور اگر خود ہمارا بھی نظریہ یہی ہے تو باوقات ہم محسوس بھی نہیں کرپاتے۔

- فرقہ وارانہ ذہنیت رکھنے والا خود اپنے مذہبی بہت سی آوازوں کو دبانے اور بہت سے خیالات کو کچلنے کے متادف ہوگی۔

فرقہ پرستی سیاست میں مختلف شکلیں اختیار کر سکتی ہے۔

- فرقہ پرستی کا عمومی اظہار روزمرہ کے خیالات و نظریات سے جھلکتا ہے۔ اس میں مذہبی تضبات اور علاحدہ ایک سیاسی اکائی تشكیل دینا چاہتے ہیں۔

- مذہبی کیوٹی کے تگ نظریات کا فرمایا ہوتے ہیں جس میں کسی ایک مذہب کا بقیہ تمام مذاہب پر غلبہ کا نظریہ بھی ایک دوسری کثیر الواقع قسم ہے۔ اس تحریک کے تحت

فرهنگ

عائیلی قوانین: ایسے قوانین جو گھر یا مسائل سے تعلق رکھتے ہیں جیسے ناک، طلاق، متنی، وراثت وغیرہ ہمارے ملک میں مختلف عالمی قوانین کا اطلاق مختلف مذاہب پر ہوتا ہے۔

خنیہ علمائیں، مذہبی قیادت، جذباتی اپیل کا استعمال اور خوف کا ماحول تیار کر کے ایک مذہب کے مانے والوں کو سیاسی میدان میں متحد کیا جاتا ہے۔

- انتخابی سیاست میں ایسا اکثر ہوتا ہے کہ دوسروں کے مقابلہ میں کسی ایک مذہب کے رائے دہنگان کو جذبات کی رو میں بہانے اور مفادات کا سبز باغ دکھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

- کبھی کبھی فرقہ پرستی، فرقہ وارانہ تشدد فسادات اور قتل عام کے اپنے کریہ چہرہ کے ساتھ نمودار ہوتی ہے۔ ہندوستان اور پاکستان دونوں تقسیم کے موقع پر بدترین فرقہ وارانہ فسادات جھیل چکے ہیں۔ آزادی کے بعد زمانہ میں بھی بڑے پیمانے پر فرقہ وارانہ تشدد دیکھنے میں آیا ہے۔



یہ کسی خصوصی طور پر وزیر اعلیٰ کے لیے تیار کی گئی ہے تاکہ ان کا سیکولر کردار پیش کیا جاسکے۔ یہ کسی ہر طرف جھوٹے گی۔

- دستور مذہب کی بنیاد پر امتیاز کو ناجائز قرار دیتا ہے۔

- اسی طرح ساتھ ہی دستور ریاست کو مذہبی فرقوں کے اندر مساوات قائم کرنے کے لیے مذہبی امور میں مداخلت کی اجازت دیتا ہے۔ مثلاً وہ چھوٹ چھات پر پابندی عائد کرتا ہے۔

- اس معنی میں یہ بات طے ہے کہ سیکولرزم کچھ لوگوں یا جماعتوں کا محض ایک خیال نہیں بلکہ یہ نظریہ ہمارے ملک کی ایک مستحکم بنیاد فراہم کرتا ہے۔

- ہندوستان میں فرقہ پرستی کو محض کچھ لوگوں کے لیے ہی خطرہ نہیں ہے۔ یہ ہندوستان کی اساس اور اس کے پورے نظریہ ہی کے لیے خطرہ ہے۔ اس لیے فرقہ پرستی کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ ہمارے دستور کی طرح ایک سیکولر دستور ضروری ہے لیکن فرقہ پرستی سے لڑنے کے لیے کافی نہیں۔ فرقہ وارانہ تعصب اور پروپیگنڈہ کا روز مرہ کی زندگی میں توڑ کرنے اور مذہب پر منی تحریک کو میدان سیاست میں ادا کرنے کی ضرورت ہے۔

سیکولر ریاست

فرقہ پرستی ہمارے ملک میں جمہوریت کے لیے مستقل ایک بڑا چیلنج رہی ہے۔ ہمارے دستور ساز اس چیلنج سے واقف تھے۔ اسی لیے انہوں نے سیکولر مملکت کے نمونہ کو منتسب کیا۔ یہ انتخاب دستور کی ان متعدد توصیحات سے جھلکتا ہے جن کا ہم گذشتہ سال مطالعہ کرچکے ہیں۔

- ہندوستانی ریاست کا کوئی سرکاری مذہب نہیں ہے جیسا کہ سری لنکا میں بدھ مت کو، پاکستان میں اسلام کو اور انگلینڈ میں عیسائیت کو اہمیت دی گئی ہے۔ اس کے برعکس ہمارا دستور کسی مذہب کو خصوصی مقام نہیں دیتا۔

- ہمارا دستور تمام افراد و جماعت کو یہ آزادانہ موقع فراہم کرتا ہے کہ وہ جس مذہب کو چاہیں قبول کریں، اس پر عمل کریں اور اس کی تبلیغ کریں یا کسی مذہب کو نہ مانیں۔

ذات برادری اور سیاست

ہم میدان سیاست میں سماجی تقسیم کے اظہار کے دو شواہد کیلئے چکے ہیں، ایک بڑی حد تک ثبت اور دوسرا بڑی حد تک منفی۔ آئیے اب اپنے آخری مسئلہ کی طرف رخ کریں جو ذات برادری اور سیاست سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے بھی ثبت اور منفی دو پہلو ہیں۔

کچھ ان کی کوششوں اور کچھ دوسری سماجی معاشی تبدیلوں کی وجہ سے، جدید ہندوستان میں ذات برادری اور ذات برادری نظام میں زبردست تبدیلی آئی ہے۔ معاشی ترقی بڑے پیمانہ پر شہر کاری، خواندگی اور تعلیم میں اضافہ، پیشہ وارانہ حرکت۔ دیہاتوں میں زمین مالکان کی حالت میں کمزوری کے ساتھ ذات پات پر منی نظام ٹوٹ کر ختم ہو رہا ہے۔

اب اکثر شہری علاقوں میں یہ مسئلہ نہیں رہا کہ ہمارے نزدیک گلی میں کون آ رہا ہے یا کسی ہوٹ میں دوسری میز پر کون کھا رہا ہے۔ دستور ہند میں ذات معاشرہ سے الگ کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اس نظام میں موروثی پیشہ وارانہ تقسیم کو مذہبی رسومات کے ذریعہ پات پر منی کسی بھی امتیاز کو وارکھنے سے روک دیا گیا ہے، اور ذات پات کے نظام کو ختم کرنے کی پالیسی تصدیق کر دی گئی اور اسے مذہب کا نام دے دیا گیا۔ ایک ہی ذات و برادری سے تعلق رکھنے والے گروپ کے اراکین سے توقع کی جاتی تھی کہ وہ ایک ایسی کمیونٹی تنکیل دیں گے جو اپنے آبائی پیشہ پر عمل پیرا رہیں گے، اپنی ہی ذات برادری کے گروپ میں شادی کریں گے اور دوسرے گروپ کی ذات و برادری کے اراکین کے ساتھ کھانے پینے سے پہیز کریں گے۔

پھر بھی ذات برادری موجودہ ہندوستان سے بالکل ختم نہیں ہوئی ہے۔ ذات پات کے کچھ قدیم پہلو اب بھی پائے جاتے ہیں۔ آج بھی زیادہ تر لوگ اپنی ہی ذات و قبیلہ میں شادی کرتے ہیں۔ دستوری پابندی کے باوجود چھوت چھات کا مکمل خاتمه نہیں ہو سکا۔ فوقيت اور عدم فوقيت کے صدوں کے اثرات مستقل آج بھی محسوس کیے جا رہے ہیں۔

ذات برادری پر منی عدم مساوات

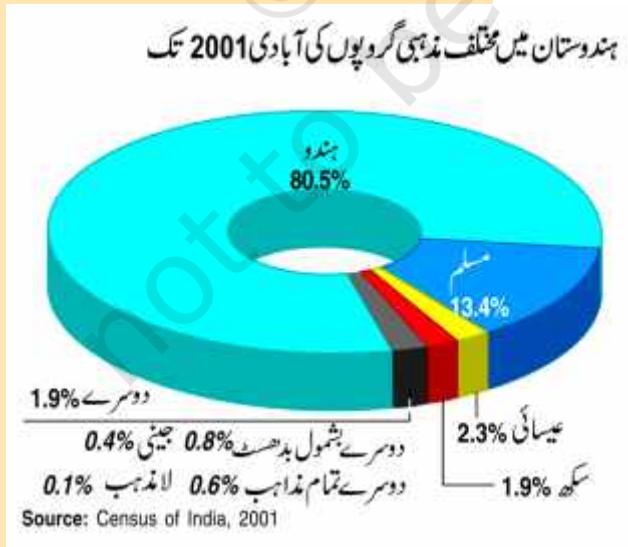
ذات برادری پر منی تقسیم ہندوستان میں خصوصی نوعیت کی ہے۔ تمام معاشرہ میں سماجی عدم مساوات کی کچھ قسمیں اور مزدور کی تقسیم کی بعض شکلیں پائی جاتی ہیں۔ زیادہ تر معاشرہ میں پیشہ کی بنیاد پر تقسیم عمل میں آتی ہے جو نسل درسل چلتی رہتی ہے۔ ذات برادری نظام اس کی انہاتی شکل ہے۔ جو چیز اسے دوسرے معاشرہ سے الگ کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اس نظام میں موروثی پیشہ وارانہ تقسیم کو مذہبی رسومات کے ذریعہ پات پر منی کسی بھی امتیاز کو وارکھنے سے روک دیا گیا ہے، اور ذات پات کے نظام کو ختم کرنے کی پالیسی کی بنیاد رکھ دی گئی ہے۔ اگر کوئی ایسا شخص جو ایک صدی پہلے تھا ہندوستان واپس آئے تو اسے تقریباً ایک صدی کے اندر آئی تبدیلی کو دیکھ کر سخت حیرت ہوگی۔

ذات پات نظام ذات یا ہر گروپ کے خلاف امتیاز اور برادری سے اخراج کی بنیاد پر تھا۔ وہ چھوت چھات کے غیر انسانی سلوک کے شکار تھے جس کے بارے میں آپ نوویں جماعت میں مطالعہ کر چکے

ہندوستان کا سماجی اور مذہبی تنوع

ہندوستان کی مردم شماری میں ہر دس سال بعد ہر مذہب اور ہر شہری کاریکارڈ رکھا جاتا ہے۔ جو شخص مردم شماری فارم پر کرتا ہے، وہ ہر گھر جاتا ہے اور گھر کے تمام افراد کا ان کے بیان کے مطابق ان کا مذہب نوٹ کرتا ہے۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ اس کا کوئی مذہب نہیں، یا وہ ایک ملحد ہے۔ یہ چیز ہو بہرہ یکارڈ میں درج کر دیا گیا ہے۔ یوں ہمارے پاس ملک کے مختلف مذاہب کے نسبت سے متعلق معلومات حاصل پر منی ہیں اور سالانہ اس میں کس طرح تبدیلی رونما ہوتی ہے اس کا بھی قابل اعتماد یکارڈ ہے۔ درج ذیل پائی چارٹ ملک میں چھ بڑے مذہبی گروپوں کی آبادی کا نسبت پیش کر رہا ہے۔ آزادی کے بعد ہر گروپ کی آبادی حقیقی طور پر بڑھی ہے لیکن ملکی آبادی میں ان کے نسبت پر کوئی بہت بڑا فرق نہیں پڑا ہے۔ فی صد کے نقطہ نظر سے 1961 کے بعد سے ہندو، جینی اور عیسائیوں کی آبادی میں معمولی گراوٹ آئی ہے۔ مسلمانوں، سکھوں اور بدصیلوں کی آبادی کے نسبت میں معمولی اضافہ ہوا ہے۔ ایک عام اور گمراہ کن تاثر یہ ہے کہ ملک کی آبادی میں مسلمانوں کا نسبت دوسرے مذہبی گروپوں سے آگے جا رہا ہے۔ وزیر اعظم کی اعلیٰ سطحی کمیٹی (جو سچر کمیٹی کے نام سے مشہور ہے) کے ممبرین تحریک نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ آئندہ سال میں امید ہے کہ مسلمانوں کا نسبت معمولی طور پر تقریباً 3 سے 4 فی صد تک بڑھے گا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مجموعی طور پر مختلف مذہبی گروپوں کی آبادی کے توازن میں کسی بڑی تبدیلی کے آنے کا امکان نہیں ہے۔

یہی بات ذات برادری کے بڑے گروپوں کے باہ میں بھی درست ہے ہندوستان کی مردم شماری نے دوسماجی گروپ کو شمار کیا ہے: ایک درج فہرست ذات اور دوسرے درج فہرست قبائل یہ دونوں بڑے گروپ میکڑوں ایسی ذاتیں، برادریاں اور قبائل اپنے اندر سمیت ہوئے ہیں جن کے نام سرکاری فہرست میں ہیں۔ اسی سے ان کے ناموں کے ساتھ ”فہرست بند“ لگا ہے۔ درج فہرست ذاتیں عام طور پر دولت کی حیثیت سے جانی جاتی ہیں۔ ان میں وہ تمام ذاتیں شامل ہیں جو ہندو سماجی نظام میں پہلے ذات باہر (outcaste) تصور کی جاتی تھیں اور چھوٹ چھات اور اخراج کا نشانہ بنتی تھیں۔ درج فہرست قبائل کو آدمی بسا حیثیت سے جانا جاتا تھا جس میں وہ تمام کمیونٹیاں شامل تھیں جو بالعموم قبائلوں کی طرح پیارزوں اور جنگلوں میں رہتے تھے اور جن کا بقیہ سماج سے بہت کم رشتہ تھا۔ 2001 میں درج فہرست ذات کے لوگ ملک کی کل آبادی کا 16.2 فی صد اور فہرست قبائل کی 2.8 فی صد تھے۔



تاہم مردم شماری میں ان دوسری پسمندہ ذاتوں کے گروپوں کو شمار نہیں کیا گیا جن پر ہم نے نویں جماعت میں بحث کی تھی۔ یہیں سے ملک کی آبادی میں ان کے نسبت کی بابت کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔

2004-2005 کا قومی نمونہ جائزہ میں اندازہ لگایا گیا تھا کہ ان کی آبادی تقریباً 41 فی صد ہوگی اس طرح درج فہرست ذات، درج فہرست قبائل اور دوسری پسمندہ ذاتوں کو اکٹھا کر کے شمار کیا گیا تو ان کی آبادی ملکی آبادی کی تقریباً دو تہائی اور ہندو آبادی کی تقریباً تین چوتھائی، پھر نجگھی ہے۔

پرستی کے معاملہ میں دیکھا، اس طرح کے نقطہ نظر کو ہمارے تجربہ کے مطابق جھیلانہیں جاسکتا۔ ذات پات کا ایک ہی پہلو ہمارے تجربہ میں ہے لیکن یہ بہت زیادہ متعلق یا بہت اہم پہلو نہیں ہے۔ ذات پات کا تصور سیاست میں مختلف شکلیں اختیار کر سکتا ہے۔

- انتخاب میں جب سیاسی جماعتیں نمائندے منتخب کرتی ہیں تو رائے دہنگان کی ذات پات کی ترتیب کو ذہن میں رکھتی ہیں اور مختلف ذات برادریوں کے لوگوں کو اس طرح نامزد کرتی ہیں کہ انتخاب جتنے کے لیے وہ ضروری حمایت حاصل کر سکیں۔ جب حکومت سازی کی جاتی ہے تو سیاسی جماعتیں عموماً اس ذات و قابل کو مناسب نمائندگی مل سکتے۔

- انتخاب میں سیاسی جماعتیں اور نمائندے اجتماعی ووٹ حاصل کرنے کے لیے ذات برادری کے جذبات کو ابھارتے اور اپنے لیے ووٹ دینے کی اپیل کرتے ہیں۔ بعض سیاسی جماعتیں بعض ذاتوں کی حامی سمجھی جاتی ہیں اور ان کی نمائندہ نظر آتی ہیں۔
- عام بالغ رائے دہی اور ایک شخص ایک ووٹ کا اصول سیاسی رہنماؤں کو رائے عامہ ہموار کرنے کے کام میں تیزی لانے اور سیاسی حمایت حاصل کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ یہ ان ذات برادری کے لوگوں کے اندر اپنا شعور پیدا کرتا ہے۔ جن کے ساتھ اب تک کم تراور حقیر شخص کی حیثیت سے بتاؤ کیا جاتا تھا۔

سیاست میں ذات و برادری پر توجہ مرکوز کرنے سے با اوقات یہ تاثر قائم ہوتا ہے کہ انتخاب تمام تر ذات پات کے بارے میں ہے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ لیکن یہ درست نہیں ہے۔ مندرجہ ذیل نکتوں پر غور کیجیے:

مجھے اس کی پرواہ نہیں کر مجھے اس کی پرواہ نہیں کر
میری ذات کیا ہے۔ ہم یہ سب چیزیں درست کتاب میں کیوں بحث کرتے ہیں؟ کیا ہم اس پر گفتگو کر کے اسے فروغ نہیں دے رہے ہیں؟

اب آپ اسے پسند نہیں کرتیں؟ کیا آپ نے ہم سے یہ نہیں کہا تھا کہ جہاں کہیں بھی غلبہ اور تسلط ہو، ہمیں اس پر سیاست میں بحث کرنی چاہیے؟ تو کیا ذات پات کا تصور ختم ہو سکتا ہے، اگر ہم اس کی بابت خاموش رہے؟



ایسے ذات پات کے گروپ جن کو گذرے ہوئے زمانے میں تعلیم تک رسائی حاصل نہیں تھی، جدید تعلیم کے حصوں میں بھی انہوں نے اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ گروپ جن کی تعلیم تک رسائی نہیں تھی یا جنہیں اسے حاصل کرنے کی اجازت نہ تھی، وہ فطری طور پر پچھے رہ گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ملک میں غیر متوازن طور پر شہری متوسط طبقوں کے مابین اوپنی ذات کے لوگ موجود ہیں۔ ذات کا معاشری معیار سے ہمیشہ بڑا گہرا تعلق رہا ہے۔ (دیکھیے ثبت باکس صفحہ 57)

سیاست میں ذات پات

فرقة پرستی کی طرح جاتی واد کی جڑیں اس نظریہ میں پیوست ہیں کہ ذات برادری معاشرتی کمبوٹی کی واحد بنیاد ہے۔ اس طرز پر سوچنے کے مطابق جو لوگ ایک ذات سے تعلق رکھتے ہیں وہ فطری طور پر ایک ہی معاشرتی گروپ سے مسلک ہوتے ہیں اور ان کے مفادات بھی یکساں ہوتے اور کسی دوسری ذات سے ان کا کوئی اشتراك نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ہم نے فرقہ

فرهنگ

شہر کاری: آبادی کا دیہیں علاقوں سے شہری علاقہ میں منتقل ہونا۔

پیشہ وارانہ حرکت: ایک پیشہ چھوڑ کر دوسرا پیشہ اختیار کرنا۔ خاص طور پر نسل جب اپنا آپاً پیشہ چھوڑ کر دوسرا پیشہ اختیار کرتی ہے۔

ذات پات درجہ بندی: ایک زینہ کی ترتیب جس میں اعلیٰ سے ادنیٰ ذات کے تمام گروپ موجود ہوتے ہیں



ذات پات پرمنی عدم مساوات آج کل

ذات پات معاشی عدم مساوات کا ایک اہم ذریعہ ہے کیوں کہ یہ مختلف قسم کے ذرائع تک رسائی کی راہ ہموار کرتی ہے۔ مثلاً ماضی میں نام نہاد اچھوت، ذاتوں کو اپنی زمین رکھنے کا حق نہیں تھا، جبکہ نام نہاد، پنز جنم، ذاتوں ہی کو تعلیم حاصل کرنے کا حق تھا۔ گوکہ ذات پات پرمنی اسی قسم کی واضح عدم مساوات کو اب غیر قانونی قرار دے دیا گیا ہے۔ اب بھی صدیوں کے مفید و غیر مفید اثرات محسوس کیے جا رہے ہیں۔ مزید برال منی قسم کی عدم مساوات بھی فروغ پا گئی ہے۔

ذات پات اور معاشی معیار کے مابین تعلق بڑی حد تک قطعی طور پر تبدیل ہو گئے ہیں۔ آج، ہر ذات میں خواہ اعلیٰ ذات کے ہوں یا ادنیٰ، بہت غریب اور بہت امیر مل جائیں گے یہ بات ابھی بیس یا تیس سال پہلے کہنا درست نہ ہوتی۔ یہ بڑی شاذ و نادر بات تھی کہ پنجی ذات میں کوئی مال دار ہوتا۔ پھر بھی جیسا کہ قومی جائزہ سے پتہ چلتا ہے کہ مستقل طور پر اور مختلف جہتوں سے ذات پات کا معاشی معیار سے بڑا گہرا رشتہ اور تعلق ہے:

- قدیم درجہ بند کے مطابق ذات پات کے گروپوں کے معاشی معیار کا تناسب (جو ماہانہ قوت خرید کی زمرہ بندی کے ذریعہ ناپا گیا ہے) اب بھی قدیم تناسب کے مطابق ہے مثلاً اعلیٰ ذات کے لوگ بہت، بہترین جب کہ دولت اور آدمی باسی لوگوں کی حالت بہت خراب ہے اور پسمندہ ذاتیں ان دونوں کے درمیان ہیں۔

- گوکہ ہر ذات برادری میں کچھ غریب لوگ ہیں، انتہائی غربت میں زندگی گزارنے کا تناسب (سرکاری خط غربت کے نیچے) پنجی ذاتوں کا بہت زیادہ ہے اور اعلیٰ ذاتوں کا بہت کم ہے، پسمندہ ذاتیں درمیان میں ہیں۔

- گوکہ ہر ذات برادری کے کچھ لوگ مال دار ہیں، اعلیٰ ذات کے لوگوں کی نمائندگی بہت زیادہ ہے جبکہ ادنیٰ ذات کی نمائندگی کم ہے۔

خط غربت سے نیچے زندگی گزارنے والی آبادی کا فی صد، 1999-2000

ذات برادری اور کمیونٹی گروپ	شہری	دیہی
درج فہرست قبل	35.6	45.8
درج فہرست ذات	38.3	35.9
دوسری پسمندہ ذاتیں	29.5	27.0
مسلم اعلیٰ ذاتیں	34.2	26.8
ہندو اعلیٰ ذاتیں	9.9	11.7
عیسائی اعلیٰ ذاتیں	5.4	9.6
سکھ اعلیٰ ذاتیں	4.9	0.0
دوسری اعلیٰ ذاتیں	2.7	16.0
تمام گروپ	23.4	27.0

نوٹ: یہاں اعلیٰ ذات سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایسی، ایسی اور ابی سی میں شامل نہیں ہیں۔ خط غربت سے نیچے سے مراد وہ لوگ ہیں جو دیہی علاقوں میں فی کس ماہانہ 327 یا اس سے کم اور شہری علاقوں میں فی کس ماہانہ 454 روپیہ یا اس سے کم خرچ کرتے ہیں۔

مأخذ: قومی نمونہ جائزہ تنظیم (NSSO)، حکومت ہند، پچپنیوں میں بار، 1999-2000

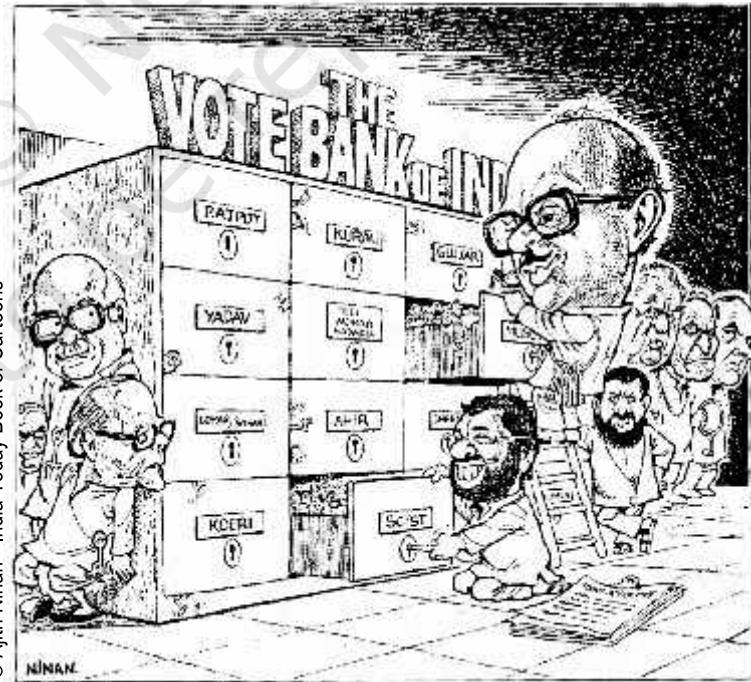
- جبکہ بہت سے رائے دہندگان ایسے ہوتے ہیں جن کی ذات برادری کا کوئی نمائندہ نہیں ہوتا۔
- ہمارے ملک میں برسراقتدار پارٹی اور موجودہ ایم پی یا ایم ایل اے اکثر انتخاب ہار جاتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہ ہوتا اگر تمام ذاتیں اور فرقے اپنی سیاسی ترجیحات میں مدد کر دے جاتے۔
- جس میں تھا کسی ایک ذات کی واضح اکثریت ہو۔ اس لیے، ہر نمائندہ اور جماعت کو ضرورت ہے کہ وہ انتخابات جیتنے کے لیے ایک سے زیادہ ذات اور کمیونٹی کا اعتماد حاصل کرے۔
- کوئی جماعت کسی ذات یا کمیونٹی کے تمام رائے دہندگان کے ووٹ حاصل نہیں کر سکتی۔ جب لوگ کہتے ہیں کہ فلاں ذات فلاں پارٹی کا ووٹ بینک ہے، تو اس کا بالعموم مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اس ذات کے لوگ بہت بڑی تعداد میں اس پارٹی کو ووٹ دیتے ہیں۔
- بہت سی سیاسی جماعتوں ایک ہی ذات کے نمائندے کھڑا کرتی ہیں (اگر اس ذات کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس حلقہ میں اس کی واضح اکثریت ہے۔) بعض رائے دہندگان کے پاس ان کی ذات کے ایک سے زیادہ نمائندے ہوتے ہیں۔

ذات پات میں سیاست

ہم اب تک یہ دیکھے چکے ہیں کہ ذات برادری سیاست میں کیا گل کھلتی ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ذات پات اور سیاست کے مابین رشتہ یک طرفہ ہے۔ سیاست بھی ذات پات کے نظام کو متاثر کرتی ہے۔ اور ذات پات کو میدان سیاست میں لا کر شناخت بخشتی ہے۔

اس لیے یہ سیاست نہیں جو ذات بدوش ہے بلکہ یہ ذات ہے جسے سیاست آمیز کیا گیا ہے۔ اس

© Ajith Ninan - India Today Book of Cartoons



کیا آپ سمجھتے ہیں کہ سیاسی قائدین ایک ذات سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو 'ووٹ بینک' کی حیثیت سے ان کے ساتھ برتاؤ کر کے ثہیک کرتے ہیں؟



کی مختلف شکلیں ہیں۔

- ہر ذات کا گروپ اپنی پڑوئی ذاتوں پا ذلیلی ذاتوں کو جواہی حال ہی میں الگ ہوتی ہے، اپنے اندر خصم کر کے بڑا گروپ بننا چاہتا ہے۔

- بہت سی ذاتوں کے گروپ دوسرا ذاتوں یا فرقوں کے ساتھ مل کر اتحاد قائم کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس طرح بات چیت اور گفت و شنید میں شریک ہو سکیں۔

- پسمندہ اور ترقی یافتہ، ذاتوں کے گروپ کی طرح ذات گروپوں کی نئی قسم میدان سیاست میں وجود میں آگئی ہے۔

یوں ذات برادری، سیاست میں مختلف قسم کا کردار ادا کرتی ہے۔ بعض حالات میں، سیاست میں ذات پات کی تفریق کا اظہار طاقت کی حصہ داری کے حصول میں محروم یا پسمندہ برادریوں کے لیے مفید ثابت ہوتا ہے۔ اس معنی میں ذات پات کی سیاست دلت اور دوسرا پسمندہ ذاتوں کے لیے مددگار ثابت ہوتی ہے کیوں کہ اس کے ذریعہ پارلیمنٹ تک ان کی رسائی بہتر طور پر ہو سکتی ہے۔ متعدد سیاسی اور غیر سیاسی تنظیمیں کسی مخصوص ذات کے خلاف امتیاز کو ختم کرنے، ان کی عزت و توقیر اور زمین تک رسائی میں اضافہ کرنے، وسائل اور موقع فراہم کرنے کا مطالبہ اور احتجاج کرتی ہیں۔

اس طرح ذات پات پر بہت زیادہ زور دینے سے منفی نتیجہ نکل سکتا ہے۔ جیسا کہ مذہب کے معاملہ میں ہے، محض ذات پات کی نیاد پر سیاست کی شناخت جمہوریت میں بہت زیادہ مفید صحت بخش اور مستحکم علامت نہیں ہے۔ اس کی وجہ سے غربت، ترقی اور بد عنوانی جیسے اہم مسائل سے توجہ ہٹ سکتی ہے۔ بہت سے معاملات میں ذات پات کی تقسیم سے کشیدگی، تعاون اور تشدد جیسے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔



مُبِين

- زندگی کے ان مختلف پہلوؤں کا ذکر کیجیے جن میں ہندوستان میں خواتین کو امتیاز اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔
- 1 فرقہ وارانہ سیاست کی مختلف شکلوں کی کم از کم ایک ایک مثال دے کر بیان کیجیے۔
 - 2 بتائے کہ کیسے ہندوستان میں اب بھی ذات پات پرتنی عدم مساوات کا سلسلہ جاری ہے۔
 - 3 اس بات کی دو دلیل پیش کیجیے کہ تہذیات پات انتخابی نتائج کا تعین نہیں کرتی۔
 - 4 ہندوستان کی مجلس قانون ساز میں خواتین کی نمائندگی کا تناسب کیا ہے؟
 - 5 دستور کی کسی ایسی دو تو ضیحات کا ذکر کیجیے جو ہندوستان کو سیکولر ریاست بناتی ہیں۔
 - 6 جب ہم جنسی تقسیم کی بات کرتے ہیں تو عام طور پر ہم حوالہ دیتے ہیں۔
 - 7 (a) مردو خواتین کے مابین حیاتی فرق۔
 - 8 (b) معاشرہ کے ذریعہ مردو خواتین کو غیر مساوی روں تنویض کیا جانا۔
 - 9 (c) بچوں کی غیر مساوی جنسی شرح۔
 - 10 (d) جمہوریت میں خواتین کے ووٹ کے حق کی عدم موجودگی۔
 - 11 ہندوستان میں خواتین کی نشستیں مخصوص کردی گئی ہیں۔ کس میں؟
 - 12 (a) لوک سمجھا
 - 13 (b) صوبائی مجلس قانون ساز
 - 14 (c) کابینہ
 - 15 (d) پنچاہی راج مجلسوں میں
- فرقہ وارانہ سیاست کے معنی و مفہوم سے متعلق درج ذیل بیانات پر غور کیجیے فرقہ وارانہ سیاست کی بنیاد اس نظریہ پر قائم ہے کہ
- A ایک مذہب دوسرے کے مقابلہ میں برتر ہے۔
 - B مختلف مذاہب کے لوگ مساوی شہری کی حیثیت سے ایک ساتھ نہی خوشی رہ سکتے ہیں۔
 - C ایک مخصوص مذہب کے تعین پر مشتمل ایک فرقہ وجود میں آتا ہے۔
 - D سرکاری اختیارات کسی ایک مذہب کو دوسرے مذاہب پر فوقيت دینے کے لیے نہیں استعمال کیا جانا چاہیے۔
- درج بالا میں سے کون سایان درست ہے یا یہ
- 16 (a) D اور C, B, A (b) D, B, A (c) C اور A (d) D اور B
 - 17 درج ذیل بیانات میں سے کون سایان دستور ہند کی بابت غلط ہے؟
- 18 (a) مذہب کی بنیاد پر امتیاز کو ختم کرتا ہے۔
 - 19 (b) ایک زبان کو سرکاری زبان کا درجہ عطا کرتا ہے۔
 - 20 (c) تمام شہریوں کو کسی بھی مذہب کو قبول کرنے کی آزادی دیتا ہے۔
 - 21 (d) مذہبی فرقوں کے اندر شہریوں کے مساوات یقینی بناتا ہے۔
- سماجی تقسیموں _____ کی بنیاد پر ہندوستان کی عجیب و غریب جیز ہیں۔
- 22 فہرست I کا فہرست II کے ساتھ موزنہ کیجیے اور ذیل کی فہرست میں دیے گئے اشارات کا استعمال کرتے ہوئے صحیح جواب منتخب کیجیے
- 23

فہرست II	فہرست I
A - فرقہ پرست	1 - ایک ایسا شخص جو مردو خواتین کے لیے یکساں موقع اور حقوق میں یقین رکھتا ہے
B - حامی نساوں	2 - ایک ایسا شخص جس کا کہنا ہے کہ مذہب کمیونٹی کی بنیادی اساس ہے
C - سیکولرست	3 - ایک ایسا شخص جس کا کہنا ہے کہ ذات پات کمیونٹی کی بنیادی اساس ہے
D - ذات پات پرست	4 - ایک ایسا شخص جو مذہبی عقیدہ کی بنیاد پر دوسرے سے امتیاز کا برنا نہیں کرتا

4	3	2	1	
D	A	C	B	(a)
C	D	A	B	(b)
B	A	C	D	(c)
D	B	A	C	(d)